# کشمیر کا المیہ

نصیر محمود وانی

H - 777-4748
0 - 861-0458

طبع اول : سنہ ۱۹۸۰ء
قیمت : ۲۵ پنس

شائع کردہ :

جموں کشمیر محاذ آزادی برطانیہ

# انتساب

سلطان شہاب الدین، سلطان زین العابدین، مُلّا طاہر غنی، یوسف شاہ چک، یعقوب شاہ چک، للتا دتیہ، سکھ جیون مل، علامہ اقبال، محمد دین فوق، ابوالحسن بانڈے، مجور سردار سبز علی، سردار ملی خان، سعدالدین شال، نور شاہ نقشبندی، کیپٹن بابر، کیپٹن حسین خان، اورنگ زیب، ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کے شہدا، راجا اکبر خان، مفتی ضیاء الدین غلام نبی گلکار، سردار محمد زمان عباسی اور دیگر ہزاروں گمنام وطن پرستوں

کے نام

جو آزاد و متحدہ کشمیر کے لیے جیتے اور مرے

اور مقبول احمد بٹ کے نام

جو اسی مقصد کے حصول کے لیے پھانسی کے پھندے تک پہنچا ہے۔

# پیش لفظ

نصیر محمود دانی بدقسمت سرزمین جموں کشمیر کے ان فرزندوں میں سے ہے جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا اور واحد مقصد حصولِ آزادئ وطنِ عزیز ہے۔ گورا چٹا یہ نوجوان ایک ایسے مجاہد کا اکلوتا بیٹا ہے جس نے اپنی جان آزادئ وطن پر قربان کر دی تھی۔ نصیر کی زندگی متحرک، اس کے خیالات انقلابی اور اس کی منزل آزادی ہے چنانچہ وہ کبھی ہیلیے کالج لاہور میں کشمیریت کی مخالف قوتوں سے نبرد آزما نظر آیا ہے تو کبھی اسی شہر کے شاہی قلعے میں انسان نما درندوں کے ہاتھوں تختۂ مشق بنا ہوا۔ آج آزاد کشمیر کے پہاڑوں پر آزادی کی تلاش میں سرگرداں ہے تو کل پنجاب کے میدانوں میں ہموطنوں کو درس آزادی دینے میں مصروف۔ صبح بھارتی توسیع پسندوں کے خلاف شعلہ بیانی کرتا ہوا نظر آتا ہے تو شام کو اپنوں کی مہربانیوں کا رونا روتے ہوتے۔ کبھی محاذِ رائے شماری کے اجلاسوں میں انقلابی تجاویز پیش کرتا نظر آتا ہے تو کبھی قومی محاذِ آزادی کے گوریلوں کا ہم رکاب بنا ہوا۔ گزشتہ سال تلاشِ معاش کا ظاہری لباس زیب تن کیے جرمنی میں گھومتا نظر آتا تھا اور آج

امریکہ کے کسی شہر میں "آزادی" آزادی" کے وِرد میں مصروف ہے۔ بالغرض نصیر وانی ـــ نوعِ انسانی کے اُس چھوٹے سے طبقے سے تعلق رکھتا ہے جو غلام قوموں کے لیے آزادی کی ضمانت کا کردار ادا کرتا ہے۔ نصیر وانی کا دل ہی جذبہ آزادی سے لبریز نہیں اس کی نظر بھی وسیع ہے اور مطالعہ بھی گہرا۔ جیسا کہ کتابچے کے مندرجات سے ثابت ہوتا ہے، تاریخ کشمیر، تحریکِ آزادیٔ کشمیر، برِّصغیر کے معاملات، بین الاقوامی امور اور دنیا کی تحاریکِ آزادی کی تاریخ کے بارے میں نصیر کا مطالعہ بہت وسیع ہے چنانچہ جذباتی اندازِ فکر کے جسم پر وسیع مطالعے کے اس لباس نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا ہے۔

ضروری نہیں کہ اس مضمون کے ہر لفظ سے مجھے سو فیصد اتفاق ہو البتہ میں قارئین سے گزارش کروں گا کہ وہ اس کتابچے کو اسی جذبے کے ساتھ پڑھیں جس کے تحت یہ لکھا گیا ہے اور جو پورے کتابچے میں نمایاں نظر آتا ہے۔ میں خاص طور پر کشمیری نوجوانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ اس کتابچے کو ضرور پڑھیں تاکہ وہ اپنے ماضی اور اس سے متعلق سبق آموز حقائق سے آگاہ ہوں۔ اپنی تاریخ، اس سے ملنے والے سبق اور اپنے اسلاف کے کارناموں اور ہم عصروں کی غلطیوں کے بارے میں لاعلمی یا ان سے چشم پوشی قوموں کو غلامی کے اندھیروں کی طرف دھکیلتی ہے اور ہماری موجودہ غلامی بھی ہماری اسی غلطی اور کوتاہی کا نتیجہ ہے۔

برمنگھم برطانیہ
مارچ ۱۹۸۰ء

امان اللہ خان ـ سکرٹری جنرل
جموں کشمیر محاذ آزادی برطانیہ

# کیا کشمیر کبھی ہندوستان کا حصّہ تھا؟

مشہور انقلابی شاعر مُلّا طاہر غنی کاشمیری جب ہندوستان کی سیر کو گئے تو چند ہی روز میں بے مزہ ہوتے اور پکارے ؂

کردہ است ہوائے ہند دلگیر مرا
اے بخت رساں بباغِ کشمیر مرا

کشمیری نژاد علامہ اقبالؒ نے بھی اس شعر کے ذریعے ہندوستان اور کشمیر کو دو الگ مملکتیں ثابت کیا ہے۔ یعنی ؂

"ہندوستان آتے ہیں کشمیر چھوڑ کر
بُلبل نے آشیانہ بنایا چمن سے دُور

اس سے ظاہر ہے کہ روایتی طور پر کشمیر ہند کا حصّہ نہ تھا۔

سلطانِ کشمیر شہاب الدین شہمیری نے جہلم کے نواحی قبائل کی سرکوبی کے لیے حملہ کیا تو ہندوستان کے فیروز شاہ تغلق نے مداخلت محسوس کرتے ہوئے کشمیر کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ جواباً افواجِ کشمیر نے ہندوستان پر پیش قدمی شروع کی اور فتوحات کرتے **دھلی** تک جا پہنچے۔ قریب تھا کہ دہلی فتح ہوتا لیکن مشہور بزرگ میر سید علی ہمدانی نے حائل ہو کر دونوں ممالک کے مابین مصالحت کرا دی اور صلح نامہ کے موجب سرہند شہر تک کا علاقہ کشمیر کی سلطنت کا حصّہ بنا، اور اس سے آگے کا مفتوحہ علاقہ ہندوستان کو لوٹا دیا گیا چنانچہ یہ شہر "سرحدِ ہند" کہلایا اور بعد میں بگڑ کر سرہند بن گیا۔

یہ چند مختصرات ہیں ورنہ تاریخ اتنی واضح ہے کہ اس کے تفصیلی مطالعہ سے شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، مگر عوام کا حافظہ کمزور اور خواص کا حافظہ دربار کا تابع ہوتا ہے اسی لیے سچائی پر وقت کی گرد تہہ در تہہ جمتی چلی آتی ہے۔

تاہم یہ بات بلا ضرورت تفصیلات کے بغیر کہی جا سکتی ہے کہ کشمیر تاریخی اور روایتی طور پر کبھی ہندوستان کا حصّہ نہ رہا۔ اگرچہ ماضی میں بھی ایسے واقعات ہوئے کہ عارضی طور پر کسی ہندوستانی حکمران نے کشمیر پر قبضہ کر لیا اور مختصر عرصہ کے لیے قابض رہا جیسا کہ چندر گپت، اشوک، اکبر اور رنجیت سنگھ کے دور میں ہوا لیکن یہ مختصر وقفے ہماری پانچ ہزار سالہ آزادی کی تاریخ میں یوں بے حقیقت ہیں جیسے بحرالکاہل میں چند ٹاپو۔ اگر اشوک یا اکبر کے حملہ کی بناء پر کشمیر کو ہند کا حصہ تصوّر کیا جائے تو پھر ہندوستان کو کتنے ہی ملکوں کا حصہ بننا پڑے گا۔ اس طرح سے ہندوستان سکندر کے حملہ سے یونان، محمود غزنوی

اور ابدالی کے قبضہ سے افغانستان مغلوں کے قبضہ سے فرغانہ (ازبکستان) کا حصہ ٹھہر اور انگریزوں کی دو صد سالہ غلامی پر ہندوستان کو برطانیہ کا حصہ سمجھا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسے استدلال کو تسلیم نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ ہند کی غاصب فوج کے کشمیر سے نکل جانے کے ساتھ ہی ہندی اثر کشمیر سے یوں معدوم ہو جاتے گا جیسے ڈل کی سطح شکارہ گزرنے کے بعد ہموار ہو جاتے۔

ماضی میں کشمیر ایک طاقت ور ریاست تھی اور تمام وسطِ ایشیا اور جنوبی ایشیا میں اس کی قوت مسلّمہ تھی۔ قریب پانچ ہزار سال آزاد ملک رہنے کے بعد کشمیر دوسروں کا غلام بن کر اپنی حیثیت اور وقار کھو بیٹھا۔ اس کی تفصیل دلچسپ ہونے کے ساتھ سبق آموز بھی ہے۔

تبت، ترکستان اور افغانستان کے کچھ حصے عرصہ دراز تک کشمیر کے زیرِ تسلّط ہے۔ للتا دتیہ شاہ کشمیر نے راجہ قنوج کو شکست دے کر فتح کیا۔ محمود غزنوی نے کشمیر پر حملہ کیا۔ مگر اس بے مثال فاتح کو کشمیریوں کے مقابل شکست ہوئی۔ (ملاحظہ ہو رباعیات عمر خیام بہ ترجمہ FITZGERELD (مطبوعہ جے کو پبلشنگ ہاؤس بمبئی نیویارک) صفحہ ) ۔ پھر کشمیر میں ایک پُر امن انقلاب وقوع پذیر ہوا۔ جب کشمیر کے لداخی بادشاہ رِنچن نے بلبل شاہ کی تبلیغ پر اسلام قبول کیا اور سلطان صدر الدّین نام رکھا۔ اس کے بعد شاہ میر نے شہمیری خاندان کی بنیاد رکھی اس میں سلطان شہاب الدین شہمیری کشمیر کا عظیم ترین ملٹری جینئس سمجھا جاتا ہے جس کے عہد میں ہندوستان افغانستان تبت اور وسط ایشیا فتح ہوئے۔

سلطان سکندر بت شکن کے عہد میں تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا مگر کشمیر کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھے اور تحفے تحائف کا تبادلہ کیا۔ زین العابدین بڈشاہ کا زمانہ شباب کشمیر کہلاتا ہے۔ صنعت، علوم، تعمیرات، نہریں، بند جن سے کشمیر آج تک فیض یاب ہو رہا ہے اسی کے دور کی یادگار ہیں۔ اس کے بعد تنزل کا دور شروع ہوا۔ کشمیر میں چک خاندان کی حکومت قائم ہوئی جو دردستان کے لوگ تھے اگرچہ یہ بھی کشمیری دور تھا اور چک سلاطین نے کشمیری زبان کی شاعری اور کشمیری موسیقی کی سرپرستی کی لیکن وہ عوام کے دل نہ جیت سکے اور شیعہ و سنّی فسادات بڑھتے گئے۔ بالآخر کشمیر میں خانہ جنگی کا دور دورہ ہوا۔ شیعہ چکوں کے مظالم بڑھ گئے۔ ہندوستان میں مغل حکمران اکبر کی حکومت تھی جس نے کشمیر کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر کشمیر کو فتح کرنے کی تیاری کی اور ظاہراً کشمیریوں کی ہمدردی میں یہ اقدام کیا مگر مورخین نے یہ بھی ریکارڈ کیا ہے کہ کثرتِ شراب نوشی کے سبب ہندوستان کی گرم آب و ہوا اکبر کے لیے مضر تھی اس لیے اطباء نے اسے کشمیر کی صحت بخش آب و ہوا میں رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

یہاں اس بات کی یاد دہانی کی جاتی ہے کہ اکبر نے ہند میں اسلام کے مقابل دینِ الٰہی نامی مذہب کی بنیاد رکھی تھی جس میں سور کا گوشت حلال اور گائے کا گوشت حرام اور شراب پسندیدہ قرار دی گئی تھی اور سورج کو سجدہ جزوِ دین تھا۔ اس کی مخالفت پر بہت سے علماء کو پھانسی دی گئی، لیکن ہندوستانی علماء نے نہایت جاں نثاری اور قربانی سے اسلام کو ہند میں تباہی سے بچایا۔ کچھ عقیدتمندوں کی نظر میں اکبر کا یہ اقدام ہندوستان میں اسلامی حکومت کو مضبوط کرنے اور ہندوؤں کو ساتھ ملانے کا حربہ تھا مگر یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان پر اکبر سے

پہلے کئی صدیوں سے مسلمان سلاطین نے طمطراق سے حکومت کی تھی مگر ان میں کسی کو دینی اقدار کو پامال کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

اکبر نے ایک لاکھ چالیس ہزار کا لشکر بھگوان داس کی سرکردگی میں کشمیر پر حملہ کے لیے بھیجا۔ کشمیر میں خانہ جنگی کا دور تھا مگر حب وطنی آزادی بھی چھنتی نظر آتی تو لوگ اپنے باہمی اختلافات بھول گئے اور سلطان یوسف کی اپیل پر متحد ہوئے۔ مفتیان نے فتویٰ دیا کہ اگرچہ ہندوستانی مغل مسلمان ہیں لیکن چونکہ حملہ آور ہیں اس لیے ان کے خلاف جنگ جہاد ہے اور اس میں کام آنے والے شہید کہلائیں گے۔ اس فتویٰ کے زیر اثر کشمیری قوم نے مل کر مغلوں کو پونچھ اور راجوری کے مقامات پر شکستِ فاش دی۔

اس شکست کے بعد مغل افواج نے دوبارہ کشمیر پر چڑھائی کی۔ اس بار راجہ بھگوان داس نے یوسف شاہ چک کو ملاقات کا پیغام بھیجا۔ امراء دربار کی مخالفت کے باوجود یوسف شاہ ملاقات کے لیے آمادہ ہوگیا۔ راجہ بھگوان داس نے یوسف شاہ کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ ایک بار اکبرِ اعظم کے دربار میں سلام کے لیے حاضر ہو جاتے۔ اس نے یوسف شاہ کو اس بات کی ضمانت دی کہ اس کی ذات اور اس کی سلطنت کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، لیکن جب یوسف شاہ اکبر کے دربار میں حاضر ہوا تو اکبر نے راجہ بھگوان داس کے اُس وعدہ کو نظر انداز کر کے جو اُس نے یوسف شاہ سے کیا تھا۔ یوسف شاہ چک کو فوری طور پر گرفتار کروا کے اسے نظر بند کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ کا راجہ بھگوان داس جو ایک غیرت مند راجپوت تھا کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ اُس نے چھرا گھونپ کر

خودکشی کرلی۔

امرائے کشمیر نے یوسف چک کی گرفتاری کے بعد یعقوب چک کو سلطان بنایا۔ ملکی دفاع کو منظم کیا۔ شکست خوردہ مغل لشکر کے سالار بھگوان داس نے اکبر کو بیان دیا کہ "ہزاروں رستموں پر مشتمل فوج کشمیر کو فتح کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ یہ ایک فولادی قلعہ ہے۔" چنانچہ اکبر نے اپنے مشیروں کا اجلاس بلایا اور فیصلہ ہُوا کہ کشمیر کو فوجی طاقت کے بجائے سازش سے فتح کیا جائے چنانچہ ایک سکیم کے تحت کشمیر میں جاسوس بھیجے گئے اور سالہا سال کی کوشش میں نشہ آور اشیاء رائج کی گئیں اور کانگڑی اور پھرن بھی مغلوں سے منسوب کی جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر فرقہ دارانہ فساد کو ہوا دی گئی اور جب کشمیر خانہ جنگی کی آگ میں جلنے لگا تو مغلوں نے حملہ کر کے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ سلطان یعقوب چک کشمیر کی باہمی پھوٹ سے تنگ آکر دروں کی حفاظت سے دستبردار ہو گیا۔

"کشمیر" کے ڈاکٹر صوفی نے لکھا ہے کہ اسی دن سے کشمیر غیروں کا دستِ نگر ہو گیا اور بحیثیت آزاد قوم کے اس کی قدر و وقار باقی نہ رہا۔" اکبر نے قحط کے دوران کشمیر کے لوگوں کے پیٹ پر ٹھوکر مار کر کہا کہ "تم لوگوں کے کھانے کے لیے پیٹ ہیں مگر لڑنے کے لیے دل نہیں ہیں، کیسی مخنّث قوم ہے۔"

جہانگیر کشمیر کے مناظر کا دلدادہ تھا اور کئی باغات اور محلّات بنائے لیکن رفاہِ عامہ کا کوئی کام مغل دَور میں نہ ہُوا۔ کوئی بند، کوئی پل، نہر، کنواں اس دَور میں نہ لگایا گیا۔ شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب وہ پہلا مغل حکمران تھا جس نے کشمیریوں کے ساتھ احسان کا سلوک کیا اور انہیں سرکاری ملازمتوں میں

جگہ دی گئی۔ غنیؔ کاشمیری مغل دور میں ہوتے ہیں جن کی شعلہ بیانی اور قلندرانہ زندگی ایران کے ملک الشعراء صائب کو کشمیر لائی۔ غنی نے مغل دور کی لوٹ کھسوٹ کا حال اس طرح لکھا ہے ؎

روزی ما می شود آخر نصیب دیگران
طالع برگشتہ ہمچو آسیا داریم ما

غنیؔ نے مغل راج کے استحصال کے بارے میں کہا ؎

آں ستم کیشے کہ کاہے را عوض بگرفتہ کوہ
آں جفاجوئے کہ کوہے را عوض دادہ بہ کاہ

ایک اور مقام پر اہلِ کشمیر کی معاشی بدحالی اور محرومیت کا اظہار غنیؔ نے ان الفاظ میں کیا ہے ؎

ہمچو سوزن دائم از پوشش گریزانیم ما
جامہ بہر خلق می دوزیم و عریانیم ما

مغلوں نے غنیؔ جیسے بے مثال شاعر کو خریدنے اور اسے اپنے راستے پر لانے کے لیے ہزاروں جتن کیے مگر اس مردِ حُر نے جان دے دی مگر آن نہ دی۔

مغلوں کے زوال کے بعد افغانی لیڈروں نے کشمیر پر قبضہ کر کے لوٹ مار شروع کی ان کی سفاکیت کے خلاف جلد عوامی بغاوت نے جنم لیا۔ سکھ جیون مل اور ابوالحسن بانڈے دو قوم پرست تھے جنہوں نے شانہ بشانہ آزادی وطن کے لیے تحریک شروع کی اور افغان لشکر کو نکال کر کشمیر کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ افغان

لشکر کی شکست اور بے دلی کی خبر کابل پہنچی تو احمد شاہ ابدالی نے ایک لاکھ کا لشکر بھیجا جس کے ساتھ پشاور کے حاکم نے مزید ساٹھ ہزار شامل کر دیا۔ یہ لشکر کشمیر پر حملہ آور ہوا تو وطنی افواج پسپا ہونے لگیں موسم سرما شروع ہوا تو برفباری میں افغانی لاچار ہو گئے اور کشمیریوں نے اُن سے ہتھیار ڈلوا لیے اور چونکہ افغانیوں کے سفاکانہ مظالم کی یاد ان کے دلوں میں تازہ تھی چنانچہ انہوں نے افغانی لشکر کو کاغذی لباس پہنا کر کئی دن برف میں کھڑے رکھا اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا لشکر ٹھٹھر کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ اس ہولناک تباہی کی خبر کابل پہنچی تو ابدالی نے مزید فوج نہ بھیجی بلکہ کشمیر کی آزادی کو تسلیم کر لیا۔ چنانچہ سُکھ جیون مل بادشاہ اور ابوالحسن بانڈے اس کا وزیر اعظم بنا اور گیارہ سال کشمیر آزاد مملکت رہا۔ بعد میں دونوں محب الوطن افراد میں شریر لوگوں نے پھوٹ ڈال دی اور سُکھ جیون مل اور ابوالحسن بانڈے ایک دوسرے کے مخالف لشکر کشی کرنے لگے جس سے فائدہ اٹھا کر افغانیوں نے پھر کشمیر پر قبضہ کر لیا اور سکھ جیون مل کو ہاتھی پر پنجرے میں بند کر کے کابل لے گئے اور اذیّت دے کر مار دیا۔ افغان دَورِ حکومت میں کشمیر کی ابتر صورتِ حال کا ذکر کسی شاعر نے مختصر مگر جامع الفاظ میں یوں قلم بند کیا ہے ۔

پُرسیدم از خرابیٔ گلشن ز باغبان

افغاں کشید و گفت کہ افغاں خراب کرد

(پہلا افغاں آہ و فغاں کا مخفف ہے)

اس کے بعد تین مرتبہ مزید بغاوت ہوئی۔ جن میں اہم عطا محمد کی بغاوت تھی جس کے دوران کشمیر کو پھر ایک آزاد قومی حیثیت حاصل ہوئی یہ گیارہ

سال جاری رہی۔ گویا مجموعی طور پر ۶۷ سال میں بھی تیس سال کے قریب کشمیر باغی رہا۔ اس کے بعد سکھوں کا قبضہ ہوا جو سکھاشاہی کا بدترین ۲۷ سالہ دور تھا۔ سکھ دَور کے ظلم و تشدد کی تصویر شاعر نے ان الفاظ میں کھینچی ہے ؎

جرمِ ما مارا چو دامن گیر شُد

قومِ سنگھاں وارد کشمیر شُد

پھر ڈوگروں نے کشمیر سکھوں سے انگریزوں کی مدد سے چھین لیا اور اسے ایک آزاد ملک قرار دیا اور اگرچہ کشمیر کی سالمیت اور مرکزیت قائم ہوتی لیکن ڈوگرہ حکمران مسلم دشمنی میں سابقہ حکمرانوں سے بڑھ گئے۔ مسلمانوں کو جیل میں ڈبو دیا گیا۔ ہندوستان سے غیر ملکی درآمد کر کے اہم عہدوں پر فائز کیے گئے پونچھ میں مظالم اور قتل و غارت کا طویل سلسلہ جاری رکھا۔ کشمیر کی دولت یورپ میں تفریح پر خرچ ہوتی رہی۔ مفلس عوام سے بیگار لی جاتی۔ تاہم تاجِ برطانیہ کی نام نہاد بالادستی کے تحت کشمیر عملاً آزاد ملک رہا۔ کشمیر سے جو پاسپورٹ جاری ہوتا تھا۔ اس میں ہندوستان کو بطور غیر ملک لکھا جاتا تھا۔ پرتاب سنگھ فلاحی کاموں میں دلچسپی رکھتا تھا مگر اسے انگریزوں نے سازشوں سے پریشان رکھا اس کے بعد ہری سنگھ جو انگریزوں کی مدد سے حکمران بنا تھا۔ اس لئے اپنی تخت نشینی پر انگریزوں کو چلتا کیا۔ انگریزوں کی خواہش تھی کہ اس تقریب میں "یونین جیک" جو عالمی برطانوی سلطنت کا جھنڈا تھا لہرایا جاتے مگر ہری سنگھ نے حکم دیا کہ اس جھنڈے کو اتار دو۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ یونین جیک اُتار پھینکا گیا۔

اس نے حکم دیا کہ ریذیڈنسی سیالکوٹ میں رہے گی جموں میں نہیں رہے گی۔ انگریز افسر کشمیر میں شکار کے لیے آتے تھے مگر ان پر ٹیکس لگا دیا گیا۔ انگریزوں نے گلمرگ کو انگریزوں کا شہر بنانے کے لیے خریدنے کی کوشش کی مگر حکومتِ کشمیر نے اسے بھی رد کر دیا۔ منگلا ہیڈ ورکس کا بند بنانے پر حکومت کشمیر نے انگریزوں سے ——— معاوضہ طلب کیا کیونکہ یہ بند ہندوستان (انگریز کے علاقے) کے فائدہ کے لیے تھا۔ اسی لیے اس بند کی زد میں آنے والے مکانات درختوں غرضیکہ ہر چیز کا ایک ایک پائی کا حساب کشمیر نے انگریزوں سے وصول کیا۔ حکومتِ کشمیر آزادانہ درآمد اور برآمد کرتی تھی۔ اگرچہ کشمیر آزاد تھا لیکن بحیثیت مجموعی ڈوگروں کا مسلم آزار اور ظالمانہ شخصی راج غلامی کا دور شمار ہوتا ہے چنانچہ کشمیر میں عوامی تحریک شروع ہوئی جس کے نتیجے میں ڈوگروں کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ کشمیر میں پارلیمانی جمہوریت قائم کریں۔ مگر یہ نیم جمہوری نظام بھی کافی نہ تھا۔ بہت سی ناانصافیوں کا تدارک نہ ہو سکا تھا۔ یہ ایک طویل جدوجہد اور عوامی قربانیوں کا دور تھا مگر جب کشمیر کے لوگوں کو کامیابی کی منزل بالکل قریب نظر آ رہی تھی۔ عین اس وقت انگریزوں نے اپنا آخری ظالمانہ مذاق کیا کہ ہندوستان کو ایسے وقت آزادی دے دی اور آزاد ہوتے ہی ہندوستان کشمیر کی آزادی پر دونوں طرف سے حملہ آور ہوا اور آج کشمیر تین چار حصوں میں منقسم دنیا کا سب سے بدنصیب خطہ ہے۔

قارئینِ کرام!

دنیا کے ڈیڑھ سو سے زائد ملک آزاد ہو کر اقوامِ متحدہ کے رکن بن چکے

ہیں اور ترقی کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔ اس منظر میں ہمارے لیے منزل کا تعین نہایت ضروری ہو گیا ہے۔ اگر ہماری تحریک کبھی ایک سمت میں چل کر کبھی دوسری سمت میں —— گھوم کر واپس اسی مقام پر آجائے تو اس گرداب میں ہم تا ابد مبتلائے عذابِ غلامی رہیں گے۔ آیئے روشنی کے قوی سے قوی تر بلب روشن کر کے ہم اپنی تاریخ جغرافیہ، دین، فلسفہ میں اپنے ماضی حال اور مستقبل کو تلاش کریں، ہم کیا تھے، ہمیں کیا بنا دیا گیا اور ہمیں کیا ہونا چاہیئے۔

مورخ منوچی اطالیہ کے شہر وینس کا باشندہ تھا اور چودہ سال شہنشاہ اورنگ زیب کے دربار سے منسلک رہا۔ اس کی سوانح حیات ماخذات تاریخ ہند میں شمار ہوتی ہے اور اس کی معلومات کا مستند ہونا شک وشبہ سے بالا ہے وہ کشمیر کے حالات لکھتے ہوئے انتہائی حیرت سے کہتا ہے :

The very people who inhabit this delightful land (Kashmir)have nothing of the Effimacy and slothfulness of Indians. they are robust and labourious, exercised in tilling their lands and very brave in war(Memoirs of Manochi) effeminacy

ترجمہ:" جو قوم اس دل کش خطۂ (کشمیر) میں آباد ہے اس کے افراد میں ہندوستانیوں جیسی نسوانیت اور کاہلی نام کو بھی نہیں ہے۔ وہ جسیم اور جفاکش ہیں اور اپنے کھیتوں میں سخت محنت کے سبب تنومند اور جنگ میں بے حد دلیر ہیں۔"

اگر یہ بات پرانی ہے تو کچھ نئی باتیں سُنیئے۔ ۱۹۶۸ء میں چھپنے والی کتاب میں انگریز ناول نگار برکلے میتھر نے PASS BEYOND KASHMIR لکھا ہے:

Kashmir is the most beautiful country in the world and I make no apologies for dedication, for I. ve never known anyone who has been there to disagree. Geographically it lies to north of the Indian pennynsula in the corner formed by tibet and the Chinese of Sinkiang. Its scenery is that and Switzerland ---- only grander and so is its climate ---only more extreme and I,d number its women with Italian and Chinese as the lovliest in the world. For the reason that the majority of its inhabitants are moslem Pakistan claims it , while India claims it because the ruler thereof was a Hindu. My opinions are not important therefore I donot give them I merely curse both for making this Himalayan paradise a squalid battle field and r for qurteing their bloody armies into its vallies and my sympathies are bl with the patient once happy people of Kashmir, heid up between two mill stones like unconsidered grains of wheat
(Pass beyond kashmir by berkley mathgr)

ترجمہ: "کشمیر دُنیا کا سب سے خوبصورت ملک ہے اور میں اپنے ناصحانہ انداز پر کوئی معذرت نہیں کروں گا کیونکہ میری اس رائے سے کبھی بھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ جغرافیائی طور پر یہ جزیرہ نمائے ہند

کے شمال میں تبت اور سنکیانگ کے درمیان واقع ہے۔ اس کا منظر سوئٹزرلینڈ کا سا ہے صرف اس سے عظیم تر اور ایسا ہی اس کا موسم بھی صرف اس سے شدید تر اور میں یہاں کی خواتین کو اطالوی اور چینی کی طرح دنیا کی حسین ترین قرار دوں گا چونکہ مسلم اکثریت ہے اس لیے پاکستان اس پر دعویٰ رکھتا ہے اور ہند اس لیے دعوے رکھتا ہے کیونکہ یہاں کا حکمران ہندو تھا۔ میری رائے اہم نہیں اس لیے میں اسے پیش نہیں کرتا۔ میں صرف ان دونوں پر لعنت کروں گا جنہوں نے اس ہمالیائی جنت کو ایک مکروہ میدانِ جنگ بنا رکھا ہے اور اس کی وادیوں میں اپنی بھدی افواج تعینات کر رکھی ہیں اور میری ہمدردیاں کشمیر کے صابر اور کسی دور کے خوشحال) باشندوں کے ساتھ ہیں جو چکی کے دو پاٹوں میں گندم کے بے وقعت دانوں کی طرح پس رہے ہیں"۔

ہندوستانی حکومت خواہ کُل دنیا کے دلائل اکٹھے کرے حتیٰ کہ کشمیری قیادت کو بھی ہمنوا بنا لے دُنیا کے لوگ کشمیر کو ہند کا حصہ ماننے پر کسی طور پر آمادہ نہیں ہوتے۔

بین الاقوامی ماہنامہ "ریڈرز ڈائجسٹ" نے جنوری ۱۹۷۸ء کے شمارہ میں "کشمیر ایک خواب" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے جس میں تصاویر کے ساتھ جغرافیائی اور تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے کشمیر کو ہر معاملہ میں ہندوستان کا اُلٹ قرار دیا ہے۔ مکمل مضمون کا ترجمہ یہاں ممکن

نہیں ہے لیکن چند اشارات مشتے نمونہ از خروارے۔

"اگرچہ کشمیر میں غربت صدیوں سے ہے لیکن ہندوستان کے جھونپڑیوں اور گھروندوں کے شہروں کے تعفن سے کشمیری نا واقف ہیں ہر کشمیری کنبہ کا اپنا مکان بمع باغیچہ پھلدار درختوں کے موجود ہے۔ اگرچہ ۱۹۷۱ء سے کشمیر میں کوئی فوجی کارروائی نہیں ہوئی لیکن کشمیر کے پچاس لاکھ عوام جنہیں پہاڑی سلسلوں نے الگ تھلگ کر رکھا ہے۔ اپنے قومی تشخص کو قائم رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کشمیر اُن کا "ملک" ہے اور "ہندوستانی" سرحد سے جنوب کے رہنے والے لوگ ہیں۔ کشمیری ذہین محنتی اور تخلیقی صلاحیت سے پُر بہترین ہنرمند ہیں۔ مرد طویل قامت تیکھے نقوش والے اور پھرتیلے ہندوستانیوں کے بڑے سے بڑے ہجوم میں نمایاں نظر آجاتے ہیں۔ کشمیری خواتین سفید فام سبز یا شربتی آنکھوں سیاہ ابرو ستواں ناک والی اپنے جمال میں عرصہ سے مشہور ہیں۔"

مصنّف سری نگر ڈل گلمرگ اور لداخ کے کچھ علاقوں کی سیر کے حالات بیان کرنے کے بعد اپنی ہندوستان واپسی پر تاسف کرتے ہوئے کہتا ہے "کچھ دن بعد جھلسے ہوتے پُر آشوب ہندوستان میں واپس پہنچ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ سرسبز وادی اور فلک بوس لداخ ایک گم شدہ جنت ہے جو اس انتظار میں ہے کہ اُسے دوبارہ تلاش کیا جائے۔

یونانی سیّاح ہیروڈوٹس نے لکھا تھا کہ جب میں کسی کشمیری قالین پر چلتا ہوں تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں کسی کشمیری کی آنکھوں پر چل رہا ہوں۔

دنیا بھر کے انسان دوست لوگ کشمیریوں کی غلامی پر سخت افسردہ ہوتے ہیں۔
ایک امریکی طالب علم نے کشمیر کی آزادی کے سلسلہ میں اپنی خدمات پیش کی تھیں جس کا خط وائس آف کشمیر میں شائع ہو چکا ہے۔

## اسلامی نقطہ نظر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے تمام چیزوں میں دو چیزیں بالخصوص ناپسند ہیں ایک حد سے بڑھا ہوا بخل، اور دوسری رسوا کر دینے والی بزدلی،
مسلم کے لیے غلام رہنا سخت گناہ اور حرام ہے۔ مسلمان کے لیے واضح حکم ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولو الامر منکم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اس حاکم کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہو۔
چنانچہ اسلام نے غلامی کی تعلیم ہرگز نہیں دی۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اسی حکم کو مسلمان کی آزادی کے خلاف استعمال کیا گیا۔ انگریز نے ہندوستان میں اپنی سلطنت کے دوران کرایہ کے ملاؤں اور زر خریدوں کے ذریعہ اس حکم کی تشریح یوں کروائی کہ منکم (تم میں سے) کا لفظ حذف کروا دیا اور معانی کو بگاڑ کر یہ قرار دیا کہ جو بھی گدھا گھوڑا انگریز اللہ تم پر حاکم بنا دیا جائے اس کی اطاعت کرو (نعوذ باللہ من ذالک)
ہندوستانی سیاست سے غرض نہیں لیکن اس ہندوستانی وبا کے مضر اثرات کشمیری مسلمانوں نے بھی قبول کیے ہیں۔ (ئیں علامہ مشرقی کے صاحبزادے

وحید اکبر کا مشکور ہوں جنہوں نے مجھے اس کی اصل تشریح بتائی)۔ انگریز نے جہاد کو بھی منسوخ کروایا تھا۔ جہاد (مسلح جہد) کو بنیادی اہمیت اسلام میں ہے۔ مسلمان کو حکم ہے جہاد کرو اگر زندہ رہنا ہے، جہاد کرو جہاں حق کا سوال ہے، جہاد کرو جہاں آزادی کا سوال ہے۔ جہاد ہی بہترین عبادت ہے۔ غلامی میں پڑھی جانے والی نمازیں کہاں تک قبولیت حاصل کر سکتی ہیں۔ دس لاکھ شہداء اور ایک کروڑ بیس لاکھ غازیوں کے وطن الجزائر میں پڑھی جانے والی نمازیں بھی موازنہ کے لیے موجود ہیں۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذان اور مجاہد کی اذان اور

## پاکستان یا ہندوستان ؟؟؟

ہر بار کشمیری قوم پر ملامت کی جاتی ہے کہ وہ اپنی آزادی کے لیے کچھ نہ کر سکی لیکن اتنی اہم حقیقت کو نظرانداز کیا جاتا ہے کہ کسی نے بھی اس قوم کی صحیح رہنمائی نہیں کی۔ کسی نے صحیح بات کبھی نہیں بتائی۔ کشمیری عوام الناس کے لیے صرف دو ہی نظریات تھے یا تو ہندوستان سے نام نہاد الحاق یا اس کا متبادل یعنی الحاق پاکستان (اور پاکستان اور اسلام کو ہم معنی سمجھا گیا) لیکن پاکستان نے کشمیر کی آزادی کے بے شمار سنہری مواقع کھوئے۔ پاکستان کی ابتدائی حکومتوں نے عالم اسلام میں جو کردار ادا کیا۔ پاکستان نے بنگال میں لاکھوں مسلمانوں کے صریح قتلِ عام کا جو ریکارڈ قائم کیا پاکستان نے آزاد کشمیر کا جو حال زار بنا دیا اور سب سے بڑھ کر پاکستان نے کشمیر کے گوریلا حریت پسندوں کے ساتھ قلعہ شاہی لاہور، قلعہ سیاہ مظفر آباد،

دلائی کیمپ ، دومیل اور چونہ منڈی لاہور کے تشدد کے مراکز میں جو حسنِ سلوک کیا اور آزادی کشمیر کے لیے اُٹھنے والی ہر عوامی تحریک کے ساتھ جو ظالمانہ اور عدوانہ سلوک روا رکھا۔ اس سے رفتہ رفتہ ہندی مستقمر کشمیر کے لوگوں کی آنکھیں کھلتی چلی گئیں اور وہی لوگ جو پاکستان کے خلاف ایک لفظ بھی کسی زبان سے نہ نکلنے دیتے تھے۔ اب بد دل ہو کر پاکستان کے متبادل ہندوستان کی غلامی کے سائے میں محوِ خواب ہو گئے۔

جو اہم FACTOR ہر بار نظر انداز ہوا وہ تھا "خودی" جسے دوسرے الفاظ میں "کشمیریت" یا "وطنیت" یا "نیشنلزم" کہا جاتا ہے حالانکہ یہ جذبہ اگر ہماری تحریک کا محور ہوتا تو یہ لازوال تھا۔ یقیناً اس جذبہ کو کوئی بھی زوال نہیں۔ مگر ہماری قد آور قیادت نے الفاظ کے ہیر پھیر میں کبھی کوئی بات واضح نہ ہونے دی۔ اگر ترکی کے لوگ ترک، الجزائر کے لوگ الجزائری، لیبیا کے لوگ لیبین، ایران کے لوگ ایرانی ہونے پر فخر کر سکتے ہیں اور اپنے قومی تشخص کو قائم رکھتے ہوئے عالمِ اسلام میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں تو کیا وجہ تھی کہ کشمیریوں پر کشمیریت حرام قرار دی گئی اور انہیں ہمیشہ کے لیے اندھیرے کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ کیا جواز تھا کہ کشمیری ایک آزاد، باعزت اور باوقار قوم بن کر دنیائے اسلام میں ایک اہم کردار ادا نہ کر سکتے جب کہ کشمیری جذبۂ اسلام میں دیگر اقوام سے ہمیشہ ہی آگے رہے ہیں (بشرطیکہ یہ بدقسمت ملک آزاد ہوتا) ہماری غلامی کی بنیادی وجہ ہمارا نظریاتی خلا ہے۔

# دو قومی نظریہ

خواجہ غلام قادر کے گھر پر محفل تھی خواجہ صاحب مسلم لیگ کے پرانے پرستار آزادیٔ کشمیر کے نظریہ پر برہم ہوتے اور بولے "دو قومی نظریہ" کے تحت ہند اور پاکستان دو ممالک وجود میں آتے یہ کوئی "سہ قومی نظریہ" نہ تھا اس لیے کشمیر کو آزاد رہنے کا حق نہیں مل سکتا۔" راقم الحروف نے ایستادہ ہو کر نشاندہی کی کہ بلاشبہ "سہ قومی نظریہ" بھی موجود تھا۔ جب کہ دو قومی نظریہ برطانوی ہند کی تقسیم کے لیے تھا۔ سہ قومی نظریہ دیسی ریاستوں کے لیے تھا۔ بڑی ریاستوں کے حکمران کسی بھی کانگریسی یا مسلم لیگی سیاست کو کبھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ البتہ انگریز کے ہند سے چلے جانے کے ساتھ طاقت کا توازن بگڑتا تھا۔ لہٰذا قانونِ آزادیٔ ہند مجریہ ۱۹۴۷ء میں اس کی تصریح کر دی گئی کہ دیسی ریاستیں چاہیں تو آزاد و خود مختار رہیں یا چاہیں تو دو میں سے کسی ایک ڈومینین سے الحاق کریں۔ چنانچہ قانون مذکورہ کی رو سے ۱۴ اگست ۴۷ء کو ریاستوں کو اقتدارِ اعلیٰ بحال کر دیا گیا۔ ہندی اور پاکستانی حکمران عرصہ دراز تک واضح اقرار کرتے رہے کہ کشمیر کو آزاد رہنے کا حق حاصل ہے۔

دو قومی نظریہ کی تشریح علامہ اقبال کاشمیری (اس نظریہ کے بانی) سے بہتر کون کر سکتا ہے۔ جب علامہ سے ایک موقعہ پر پوچھا گیا کہ علامہ ترکی کے بارے میں کیا خیال ہے وہاں تو دو قومی نظریہ کی بجائے نیشنلزم کا نظریہ رائج ہے"۔ تو علامہ نے مختصر جواب دیا کہ جن ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں

نیشنلزم کا نظریہ ہی درست ہے"۔ اس مختصر جواب میں کشمیر کے لوگ اپنا راستہ تلاش کر سکتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی پہلی قرارداد بھی کشمیر کی آزادی کا اعلان کرتی ہے۔ البتہ بھیک میں آزادی مانگنے کی صورت میں ان قوانین اور قراردادوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بندوق کے ساتھ بزورِ بازو آزادی چھیننے والوں کو ان کھلونوں سے زیادہ عزم اور جدید ترین اسلحہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس گفتگو کا مقصد صرف یقین راسخ اور باہم اتحاد ہے۔

## آزادی کے بعد کشمیر میں سوشلزم ہو گا یا اسلامی نظام یا مغربی جمہوریت

یہ سوال ہی ایسا لغو ہے کہ اس پر غور کرنا وقت کا ضیاع ہے جب کہ دشمن کی فوج ہمارے وطن میں بیٹھی ہے۔ ہم جلاوطنی میں اس ذہنی عیاشی کی خاطر آپس میں دست و گریبان ہو جائیں کہ آزادی کے بعد فلاں نظام ہو گا اور دشمن ہماری زمین پر قابض ہماری حماقت پر محض ہنسی اڑا رہا ہے۔

مجھے اس بارہ میں ذرہ بھی غم نہ ہو گا اگر کشمیر کے لوگ آزادی کے بعد کوئی سا بھی نظام اپنے ملک کے لیے منتخب کریں بشرطیکہ کشمیر کے مالک کشمیری ہوں خواہ وہاں آمریت ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن غیر ملکی افواج کشمیر سے نکلیں۔ کشمیر آزاد اور متحد ہو۔ ملاح کشتی چلاتے ہوئے ہندوستانی چنار بردار ٹورسٹوں کے ڈر سے مہجور کے نغموں کا گلا دبانے پر مجبور نہ ہو۔ بچے آزادی کے ترانے گاتے مدرسہ جائیں۔ ڈاکٹر، وکلاء معززین آزادیٔ کشمیر کا نام سن کر خوف ہراس میں دائیں

باتیں نہ دیکھیں۔ کشمیری وطن کے مالک ہوں خواہ کوئی سا نظام رائج کریں۔ البتہ کاہل لوگ جو آزادئ وطن کے لیے یقین محکم اور عمل پیہم سے محروم ہیں۔ وہ آسان ذہنی عیاشی کے طور پر کبھی پاکستانی اور ہندی سیاستدانوں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر رقص کرتے ہیں اور سوشلزم اور اسلامی نظام اور جمہوریت کی نعرہ بازی میں آقا اور غلام کا فرق بھول جاتے ہیں اور شرم محسوس نہیں کرتے۔

الجزائر آزاد ہے بامر ہے تو اس لیے کہ قومی محاذ آزادی نام کی ایک ہی تنظیم تھی اس کے سامنے صرف اور صرف "آزادی" مقصد تھا۔ الجزائری قوم کو قربانی شہادت اور دشمن کو نیست و نابود کرنے کے سوا کوئی جھگڑا نہ تھا۔ نہ تو کسی کو نئی تنظیمیں بنانے کی سوجھی نہ کسی نے کسی دوسرے ملک سے الحاق کی جھنڈی اٹھائی نہ کسی نے مستقبل کے طرزِ حکومت کی بنا پر گروہ بندی ہونے دی۔ فرانس اپنی کوششوں کے باوجود الجزائریوں کا اتحاد نہ توڑ سکا اور "اُمۃ العرب واحدہ ذات رسالہ خالدۃ" کی بنیادوں میں کوئی شگاف نہ ڈال سکی۔ فرانس کو کھلے مقابلہ میں نہ صرف شکست فاش ہوئی بلکہ اس جناتی طاقت اسپر پاور کا ہمیشہ کے لیے جنازہ نکل گیا۔ وہاں کی معیشت اس درجہ برباد ہوئی کہ شاید اب کبھی نہ اٹھ سکے۔ اور الجزائر نہ صرف آزاد ہوا بلکہ دنیا بھر کی آزادی کا پرچم بن گیا۔ اور قدرت نے بھی پٹرولیم کے خزانے الجزائریوں پر انعام میں لٹا دیے۔ یہ سب اس لیے کہ وہاں کے لوگ فروعات میں وقت ضائع نہ کرتے تھے۔

دوسری طرف فلسطین کی مثال ہے جو گراں قربانیوں کے باوجود بے ثمر ہے۔ الفتح نام کی تحریک سامنے آئی جس کا آفیشل نام "قومی تحریکِ آزادی" ہے۔

"ٹی" تحریک کے عملیاتِ عسکری سے ارض ہلنے لگی تو جارج حباش "جبھہ شعبیہ" کی جھنڈی لے کر نکل آئے۔ پھر اس "جبھہ" کے بطن سے پانچ مزید عوامی محاذ پیدا ہوئے۔ جو جارج حباش سے فروعی اختلافات کی بنا پر کٹ کر الگ ہو گئے اور جبھہ الشعبیہ (قیادۃ العامہ) جبھہ الشعبیہ (دیموقراطیہ) جبھہ الشعبیہ (النوریہ) وغیرہ وغیرہ۔ ان تنظیموں کی کثرت اور انارکی نے اردن کی ستمبر کی خانہ جنگی کو ہوا دی جو تیس ہزار فلسطینیوں کی شہادت پر منتج ہوئی اس ستمبر کی خانہ جنگی کے خلاف احتجاج کے طور پر ایک نئی تنظیم "ایلول الاسود" (کالا ستمبر) وجود میں آئی چنانچہ ڈیڑھ درجن سے زائد تنظیمیں ہیں جو اگرچہ خطرات میں "پی۔ ایل۔ او" کے ساتھ میں متحد ہو جاتی ہیں لیکن بالعموم اپنے اپنے پروگرام پر چلتی ہیں اور آپس میں بھی لڑائی بھڑائی کر لیتی ہیں اور کسی مشترکہ سٹریٹیجی کی عدم موجودگی میں کوئی مؤثر رول ادا نہیں کر سکیں اور فلسطینیوں کی محرومی بہت حد تک تنظیموں کی کثرت کی بوجہ ہے۔

## شبیرِ کشمیر کا رول

جناب شیرِ کشمیر جنہیں ایک عرصہ تک ہم بابائے قوم اور قائدِ انقلاب کہتے رہے حتیٰ کہ ان کی سیاسی غلطیوں کو بھی اپناتے رہے۔ راقم کو زمانہ طالب علمی میں سیاسی لوگوں سے اپنی سینکڑوں طویل گھنٹوں کی بحثیں اور جہلاء کے ساتھ ہاتھا پائی اور سر پھٹول یاد آتی ہے۔ شیرِ کشمیر کے خلاف زبان درازی کرنے والے اخبار نوائے وقت کے دفتر پر حملہ اور جلوس یاد

آتا ہے۔ ہم پشیمان نہیں یقیناً ہم نے صحیح کہا تھا۔

شیخ عبداللہ کشمیر کے چالیس سالہ دَور کا نام ہے۔ شیخ عبداللہ سے ہماری عقیدت اس دن دوبالا ہوئی۔ جب شبیر کشمیر کو اس بنا پر گرفتار کیا گیا کہ وہ کشمیر کو مکمل آزاد و خود مختار جمہوریہ بنانے کا اعلان کرنے والے تھے اور اس سلسلہ میں کسی غیر ملکی سفیر سے گفت و شنید کر چکے تھے۔

کے۔ ایچ خورشید جن کے دَورِ صدارت میں ہم نے انہیں چنداں اہمیت نہ دی لیکن جب انہیں صدارتِ آزاد کشمیر سے اس بنا پر معزول کیا گیا کہ انہوں نے شبیرِ کشمیر کو کشمیر کی مکمل آزادی کے سلسلہ میں اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا تھا۔ ہم نے خورشید صاحب کو نہ صرف ہاتھوں پر اُٹھایا بلکہ ان کی حمایت میں وزارتِ امورِ کشمیر سے متصادم ہوتے۔ شبیر کشمیر کے دم سے ایک ولولہ تھا ہمارے دل شبیر کے سے تھے۔ ماسٹر عبدالرحمٰن مرحوم جو راجہ اکبر مرحوم (میرپوری) کے ساتھی اور پرانے نیشنل کانفرنسی تھے۔ ان کے الفاظ میں شبیرِ کشمیر کی عقیدت تو وہ نشہ ہے جس میں تُرشی بھی ہے"۔

شبیرِ کشمیر نے اپنے غیر ملکی دورہ کے دوران پاسپورٹ "کشمیری مسلم" کے نام سے لیا اور خود کو ہندوستانی شہری تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ ان کی تقلید میں آج بے شمار کشمیری نوجوان دنیا بھر میں انتہائی ضرورت، مفادات، لالچ یا خوف میں آکر بھی "کشمیری" کے سوا کسی دوسرے نام کو اپنے لیے قبول نہیں کرتے۔ آج وہ شبیر کشمیر "اسی تنخواہ" پر کام کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں اور "جمہوریہ ہند" ان کا "ملک" اور کشمیر اس کی ایک ریاست ٹھہرا۔ چنانچہ

سخت بے مزہ کیا۔ ؏

آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

یہاں دو وجوہات قابل توجہ ہیں۔

شیر کشمیر جو ایک عرصہ عزم محکم کا حصار تھے (مسلح) عمل پیہم سے ہمیشہ تہی دست رہے جب کہ عمل کے بغیر عزم بے معنی اور مہلک ہے مسلح جدوجہد ان کے نزدیک خون ریزی تھی اور ان کا خیال تھا کہ گوریلا جنگ کی صورت میں بہت سے کشمیری مارے جائیں گے اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ جوانوں کے مرنے سے قومیں ختم نہیں ہوا کرتیں لیکن جن قوموں کے جوان مرنے سے کتراتے ہیں وہ مٹ جاتی ہیں اور آثارِ قدیمہ میں شامل ہوتی ہیں مگر جو قوم مزاحمت کرتی رہے وہ قوم کبھی ختم نہیں ہوتی۔

شیر کشمیر کے نقطۂ نظر سے ہند و پاکستان کی باہمی کشمکش اور فوجی تصادم میں کشمیر کی آزادی کی امید تھی جب کہ کشمیریوں کو صرف سیاسی چالیں ہی کافی نہیں اور از خود فوجی طاقت بننے کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ انقلاب بنگال (بنگلہ دیش) سے ہند کو جو کامل بالادستی اور غلبہ حاصل ہوا اور پاکستان (رفتہ) مغلوب ہو گیا تو شیر کشمیر کے نقطۂ نظر سے کشمیر کی آزادی کی آخری امید بھی ختم ہوئی اور انہوں نے جھٹ سے رام کی بنسی اُٹھا کر مُنہ سے لگا لی۔

دوسری غالباً وجہ یہ ہے جو ایڈیٹر آئینہ شمیم احمد شمیم کے الفاظ میں "شیرِ کشمیر کی کشمیر سے محبت شک و شبہہ سے بالا ہے لیکن باعث حیرت ہے کہ انہوں نے کشمیر کی تاریخ کا تفصیلی مطالعہ نہیں کیا"۔ اس مختصر اشارہ میں ایک رازِ پوشیدہ

ہے۔ایم ایس سی کی ڈگری سر آنکھوں پر مگر ایک محکوم قوم کی تاریخ کو اس کے اصل رنگ میں گہرا مطالعہ کرنا غالباً دقیانوسی نظر آتا ہوگا چنانچہ اپنے سیاسی کیریر میں ——— شیخ عبداللہ نے کشمیری نیشنلزم کو اکثر ہندوستانی نیشنلزم کے ساتھ CONFUSE کیا اور آلودہ کیا اسی وجہ سے کشمیری پنڈت جو روایتی طور پر قوم پرست تھے اور ہندوستانی ہندوؤں کو اپنے برابر بٹھانا پسند نہ کرتے تھے وہ نیشنل کانفرنس سے الگ ہوتے دوسری طرف مسلم لیگی عنصر بڑھ گیا اگرچہ شیخ عبداللہ کو گالی دینا تو آسان ہے۔ ایک عرصہ تک مختلف ریڈیو سٹیشن ان کے خلاف جانے کیا کیا بکتے رہے لیکن شیخ نے جن جن ادوار میں اس مجبور قوم کی مجبوری کا بوجھ اٹھایا وہ اسی شخص کو معلوم ہے بلا شبہ شیخ عبداللہ کشمیر کے چالیس سالہ دور کا نام ہے۔ ہماری ان سے صرف یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے ماضی اور حال کے بیانات میں تھوڑا سا ہی توازن قائم رکھ لیں اور کشمیر کی آزادی کا بوجھ ان نوجوانوں پر چھوڑ دیں جو مستقبل کا کشمیر ہیں۔

مسٹر سی جی بروس نے اپنی کتاب KASHMIR (PEEPS AT MANY LANDS) میں لکھا تھا کہ کشمیر دنیا بھر میں خوراک کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے"۔ اس سے ظاہر ہے کہ قحط کے حالات غیر ملکی افواج کے دخول کے بعد شروع ہوئے۔

جوزف کاربل نے کتاب "ڈینجر اِن کشمیر" میں لکھا ہے کہ "جموں کشمیر کے مسلمان انتہائی جنگجو ہیں" (FORMIDABLE فائٹرز)

## کشمیر اور دنیائے اسلام

ماضی میں ہندوستان کو بین الاقوامی غنڈہ اور تیسری دنیا کے اجارہ دار

اور استعماریت اس کی عمدہ خارجہ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اس کی تمام سیاہ کاریاں اس کی پالیسی میں چھپ جاتی رہی۔ کشمیر، حیدرآباد، جونا گڑھ، مناودر، منگرول، ناگالینڈ، میزولینڈ گوا، دمن، دیو پر فوجی قبضہ کے بعد مشرقی پاکستان پر فوج کشی اور پھر سکّم کا ایک ہی تھپیڑ میں صفایا کرنے کا شرمناک فعل جس کی محض یہ توضیح کی گئی۔ سکّم سے ملوکیت کا خاتمہ کرکے جمہوری نظام رائج کیا جاتا ہے لیکن اس معاملہ میں ملکی سرحدوں اور معاہدات کی کس بُری طرح سے عصمت دری کی گئی۔ اس بات کی ضمانت کیا ہے کہ ہند اسی نوعیت کی جمہوریت بھوٹان اور نیپال میں بھی رائج کر بیٹھے۔ اس "جمہوری" استعمار کی زد سے پاکستان، برما، بنگلہ دیش، افغانستان، سیلون، مالدیپ، ماریشس کی قومی آزادی بھی زیادہ محفوظ نہیں۔

۱۹۵۳ء تک ہندوستانی آئین میں کشمیر کو ایک خصوصی حیثیت حاصل تھی بلکہ جوزف کاربل مصنّف "ڈینجران کشمیر" کے الفاظ میں اس کی حیثیت ایک ملک کے اندر ایک ملک کی تھی۔ وہاں کا صدر، وزیرِ اعظم جھنڈا، اسمبلی کسٹم و مالیہ ہر شے الگ تھی اور آخری فیصلہ حقِ خود ارادیت (قومی آزادی) کے اصول پر ہونا باقی تھا لیکن پھر ۱۹۵۳ء میں کشمیر کو ایک اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس کے وزیرِ اعظم کو گرفتار کرکے ہزاروں کشمیریوں کو ذبح کرکے کشمیر پر سو فی صد استعماری قبضہ کیا گیا اور اس توقع میں کہ پُرانی نسل جد وجہد کرتی رہے گی مگر نئی نسل کو اپنے رنگ میں رنگین کر لیا جائے گا۔ ہندوستان تمام عالمی رائے عامہ اور اقوامِ متحدہ کے خلاف ڈھٹائی سے منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔ زمین جنبد نہ جنبد گل محمد۔ چنانچہ ایسی ہی دھاندلی ہر موقع پر ہر قوم کے خلاف ہند نے کی جس کے مقابلے میں انگریزوں کی دھاندلیاں ماند پڑ جاتی ہیں چنانچہ ہندی فرمان ہوا کہ "کشمیر

اور دوسری ہندوستانی ریاستوں میں جو فرق ہے اس فرق کو ختم کیا جانا ہے"۔ دیکھنا یہ ہے کہ برما اور دیگر ہندی ریاستوں میں فرق کو ختم کرنے کے لیے کب اقدام کیا جاتا ہے اور پھر کس کی باری ہے۔ لیکن ہر فرعونے را موسیٰ۔ ہندی نرگس اس زعم میں مبتلا ہیں کہ کشمیری قوم میں مزاحمت کی چنگاری کو کچل دیا گیا ہے لیکن جو لوگ کشمیری قوم کی نوعیت کو جانتے ہیں۔ وہ اس مفروضہ پر تکیہ نہ کریں گے۔ جنہوں نے ۱۹۲۹ء کے اعلانِ جہاد ۱۹۵۳ء کے غسل خون اور اس کے بعد ۱۹۶۳ء کی موئے مبارک کی تحریک کی شدت دیکھی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ آتش فشاں جب اُبلتا ہے تو بے قابو ہو جاتا ہے۔ بقول فوقؔ ؎

کشمیر ہے اِک شیر مگر سویا ہُوا ہے
جاگے گا اگر یہ تو نہ جائے گا سنبھالا

جب ہند کو الجزائر جیسی مسلح منظم کشمیری قوم سے تصادم ہُوا تو اُسے فرانس جیسے متمول ملک جیسی سہولت بھی نہ رہے گی۔ ہندی فاقہ کش عوام جلد ہی پکار اُٹھیں گے کہ "ہمیں کشمیر کے باغات میں سیر اور خرمستی کے لیے ایٹم بموں کا پہرہ نہیں اپنے بھوک سے بلکتے بچّوں کے لیے بھاجی چاہیے"۔

قارئین حضرات! عالمِ اسلام کی غیرت بیدار ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بحر الکاہل سے بحرِ اطلانتک تک مسلم ممالک کا لامتناہی سلسلہ اب ایک برادری کی شکل اختیار کر رہا ہے اور حالات اس طرف سے بھی امید افزا ہیں اور یہ اسلامی برادری مورو مسلموں کی جنگِ آزادی کی حمایت میں فلپائن کے مارکوس سے مرعوب نہیں تو ہند کو تو وہ خوب پہچانتے ہیں کہ یہ دشمنِ انسانیت ملک ہے۔ وہ ہند کی اسرائیل نوازی سے واقف ہیں۔ غیر جانبدار کانفرنس میں ہند کی حمایت مصر کو رسوائی سے نہ بچا سکی اب تیسری دُنیا کی

قیادت مسلم ممالک کے مشفق ہاتھوں میں ہے اور ان کی نظر میں سادات ہگین اور بھارتی حکمران ہم مشرب وہم مشروب ہیں۔ اب ہند کو بین الاقوامی سیاست کے سانڈھوا ور تیسری دنیا کے غنڈہ کی حیثیت باقی نہیں رہتی۔

**حقِ خود ارادیت کا مفہوم** ہر کشمیری خاص و عام کو واضح اطلاع ہو کہ حقِ خود ارادیت کے معنی رائے شماری یا ووٹنگ نہیں ہے۔ بلکہ حقِ خود ارادیت کے معنی بین الاقوامی زبان میں صرف اور صرف آزادی ہے۔ ہماری آزادی کے دلال ہماری سادگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایک طرف عالمی سطح پر کشمیر کے لیے حقِ خود ارادیت کا نام لے کر اقوامِ عالم کی بے لوث حمایت طلب کرتے تھے اور دوسری طرف کشمیری عوام کو یہ بتاتے تھے کہ انہیں کشمیر کے الحاق کا فیصلہ کرنا ہے۔ حالانکہ حقِ خود ارادیت میں الحاق کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ چال عیارانہ ہونے کے ساتھ مضحکہ خیز ہے۔ اصول پرستی کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ کہتے کہ کشمیر کے لوگوں کو الحاق چاہیے یا حقِ خود ارادیت (یعنی مکمل آزاد و خود مختار جمہوریہ بننے کا حق) ۔

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھُلا

اس معاملہ میں ملاحظہ ہو آکسفورڈ ڈکشنری۔ امریکن ڈکشنری آف پولیٹیکل سائنس انسائیکلو پیڈیا برطانیکا۔ وی آئی لینن کی نیشنل کویسچین، اقوام متحدہ کا چارٹر۔ یہ سب دستاویزات متفق ہیں کہ حقِ خود ارادیت کے معنی آزادی (انڈی پنڈنس) ہیں" اور یہ کہ "سیاسی اصطلاح میں حقِ خود ارادیت کے معنی مکمل آزادی و خود مختاری کے سوا اور کچھ نہیں ہیں"۔

**احیائے کشمیر اور نظریاتی اساس:۔** ہماری محرومی کی اہم ترین وجہ ہمارا نظریاتی خلاء ہے۔ ہمارا LUKEWARM نیشنلزم اور فکری کھوکھلا پن ہے۔ کشمیر کا

دامنِ فضلاء سے کبھی خالی نہ تھا۔ کشمیر کے سکالر اور محققین برطانیہ، فرانس، امریکہ، کُل دنیا کی یونیورسٹیوں میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں لیکن انہوں نے خود اپنی قوم کو اس بُری طرح سے محروم رکھا ہے۔

تحریکِ آزادی کشمیر کی سیاسی سٹریٹجی کا رُخ متعیّن کرنے کی غرض سے مذکورہ بالا موضوعات اس قابل ہیں کہ ان پر معیاری اور باضابطہ تحقیقی کر کے مکمل مقدمہ بنایا جائے تاکہ دشمن کا نظریاتی طور پر راستہ مسدود کیا جا سکے۔ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ اب تو نظر بھی ساتھ چھوڑ گئی ہے اور کوئی کتاب حوالہ بھی جلا وطنی میں پاس نہیں ہے۔

مَیں صرف ان عاشقانِ وطن کو سلام کرتا ہوں جنہوں نے صدیوں پر محیط غلامی کے اندھیروں میں دلوں کو جلا یا خون کے سراج روشن کیے۔ اپنی شمشیر اپنے علم اپنی سعیٔ مسلسل سے آزادی واحباتے وطن کی تحریک کو آگے بڑھایا اور اس راہ میں عمروں کو نثار کیا۔

گُلشنس پٹھ راج کرنُک حق چھُو تمنٔی بُلبلن
یم گھٹن منز گاش ہاوان آلِ پننی زالٔ زالٔ

(گلشن پر راج کرنے کا حق ان ہی بُلبلوں کو ہے جو اپنے گھونسلے جلا جلا کر اندھیروں میں روشنی پھیلاتیں)

---

ملنے کا پتہ: